نظرات

النبأ العظیم

(۲۲)

شادی بیاہ کے معاملہ میں ایک بڑا مسئلہ انتخاب کا ہے۔ بدقسمتی سے مسلمان اس معاملہ میں بھی اسلام کی اصلی تعلیمات سے منحرف ہونے کے باعث افراط وتفریط میں مبتلا ہیں۔ بہت سے گھرانوں میں تو یہ دستور اب بھی ہے کہ ماں باپ اپنی اولاد کا کہیں رشتہ کرتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا وہ اولاد کے لئے نہیں بلکہ خود اپنے لئے رشتہ تلاش کر رہے ہیں یعنی اپنی پسند ناپسند اور اپنے مفاد کو مقدم رکھتے ہیں اور اس بات کو کوئی اہمیت نہیں دیتے کہ لڑکی یا لڑکے کے رجحانات کیا ہیں؟ ان کا ذوق کیسا ہے؟ ان کی ذہنی سطح کیا ہے؟ اور ان سب امور کے پیش نظر کون صحیح معنی میں رفیق زندگی بن سکتا ہے۔ ان لوگوں کا عام خیال یہ ہے کہ ماں باپ کا انتخاب ایک امر قاطع کا حکم رکھتا ہے اور لڑکی یا لڑکے کے لئے اس سے سرتابی کرنا بےحیائی اور بےشرمی ہے اسی مستبدانہ ذہنیت کا یہ نتیجہ ہے کہ نکاح سے قبل لڑکی اور لڑکے کا ایک دوسرے کو دیکھنا سخت معیوب اور ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہے۔ اور لڑکا تو لڑکا! بعض لوگوں کو تو یہ بھی گوارا نہیں ہوتا کہ لڑکے کے گھر کی عورتیں ان کی بیٹی پر نگاہ ڈالیں۔ یاد رکھنا چاہیئے یہ طریق عمل سرتاسر غیر اسلامی اور جاہلانہ ہے۔ اسلام یہ محسوس کرتا ہے کہ شادی کے بعد سے مرد اور عورت دونوں سفر حیات کی ایک نہایت اہم اور کڑی منزل شروع ہوتی ہے۔ اس منزل میں قسم قسم کے نشیب و فراز۔ حوادث اور شدائد، مصائب اور آلام پیش آتے ہیں اسی بنا پر ضروری ہے کہ اس منزل کا مسافر تنہا نہ ہو۔ بلکہ اس کے ساتھ کوئی رفیق ہو۔ پھر جب تک بدن میں سانس ہے اس منزل کا سفر جاری رہتا ہے۔ اسی بنا پر رفیق کے لئے یہ بھی ضروری

ہوا کہ وہ کشتی کا ساتھی نہیں۔ بلکہ جیون ساتھی ہو۔ پس جب معاملہ یہ ہے تو ضروری ہے مرد یا عورت اپنے لئے رفیق حیات منتخب کرے تو اسے سوچ سمجھ کر اور اپنے معیار پسندیدگی و ناپسندیدگی کے ماتحت اپنا اطمینان کر لینے کے بعد انتخاب کرنا چاہیئے۔ اور چونکہ چہرہ اندرونی ملکات اور عادات کا آئینہ ہوتا ہے اس بنا پر یہ کیونکر ممکن تھا کہ اسلام نکاح کے سلسلہ میں ایک دوسرے کے دیکھنے کو مذموم قرار دیتا۔ مذموم قرار دینا تو کجا! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مواقع پر اس کا حکم دیا اور منگیتر کو دیکھے بغیر منگنی کرنے سے روک دیا ہے۔ چنانچہ سنن ابی داؤد میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہتے ہیں: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص جب کسی عورت سے نکاح کا ارادہ کرے تو اگر وہ عورت کے جسم کے اس حصہ کو دیکھ سکے جس کو دیکھنا اس عورت کے ساتھ نکاح پر مزید آمادگی کا باعث ہو تو اسے دیکھنا چاہیئے: مسند احمد۔ ترمذی۔ نسائی، ابن ماجہ اور دارمی میں حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے۔ کہتے ہیں: میں نے ایک مرتبہ ایک عورت کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: تم نے اس عورت کو دیکھا بھی ہے"؟ عرض کیا: نہیں، اب آپؐ نے فرمایا" اچھا تو جا کر دیکھ آؤ کیونکہ ایک دوسرے کو دیکھ لینا نکاح کی استواری کا باعث ہوتا ہے۔ اسی قسم کی ایک روایت مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے ہے۔ کہتے ہیں: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور عرض کیا، میں قبیلۂ انصار کی ایک عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہوں" حضورؐ نے فرمایا: اچھا تو تم اس کو جا کر دیکھو، کیونکہ انصار کی عورتوں کی آنکھ میں کچھ نقص ہوتا ہے۔ غور کیجئے! حضور کے ان ارشادات کا مفاد کیا ہے اور ہم کس ورطۂ وہم وخیال میں اسیر رہے ہیں۔

یہ حال تو اس طبقہ کا ہے جو مذہبی کہلاتا ہے اور جس کو اسی پہ فخر ہے کہ وہ اسلامی اور مشرقی روایات کو اب بھی سینہ سے لگائے بیٹھا ہے۔ اس کے بالمقابل ایک دوسرا گروہ ہے جو زبان سے خواہ کچھ کہے بہرحال عملاً تہذیب فرنگ کے قالب میں ڈھلا ہوا ہے۔ اس کے ہاں شادی سے قبل لڑکی اور لڑکے کا باہم خلا ملا معیوب نہیں ہے یہ نے اتنی بڑھی ہے کہ اب

مسلمان لڑکیاں غیر مسلموں سے کھلے بندوں ازدواجی تعلق قائم کرنے لگی ہیں اور ان کے والدین اگر دل سے اس کو برا سمجھتے بھی ہیں تب بھی کر کچھ نہیں سکتے۔ ان مغرب زدہ لوگوں کے ہاں یورپ میں جس کو کورٹ شپ کہتے ہیں وہ معیوب اور مذموم نہیں۔ بلکہ اس کا فائدہ یہ ہے کہ دونوں کو ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھ لینے اور پہچان لینے کا موقع ملتا ہے اور پھر رشتہ ازدواج سے دونوں منسلک ہوتے ہیں تو اجنبیت اور بے گانگت کے ساتھ نہیں ہوتے۔ قرآن میں جس کو "اتخاذ خدان" فرمایا گیا ہے وہ کورٹ شپ کی ہی ایک صورت ہے اور قرآن میں اس کی سخت مذمت کی گئی ہے پس جس طرح پہلا طبقہ افراط میں مبتلا ہے اسی طرح دوسرا طبقہ تفریط کا شکار ہے۔ یوں تو جب تک انسان انسان ہے اور اس میں خیر کے ساتھ شر کا مادہ بھی رکھا ہوا ہے۔ بہتر سے بہتر نظام عمل کی صورت میں بھی لڑائی جھگڑے سے مفر نہیں ہے۔ چنانچہ خیر القرون میں بھی زن و شوہر کی باہم نااتفاقی اور ناچاقی کے واقعات نظر آتے ہیں۔ لیکن اگر اعداد و شمار فراہم کئے جا سکیں تو معلوم ہوگا کہ مذکورۂ بالا افراط و تفریط کی صورتوں میں انجام بد کی جتنی مثالیں ملتی ہیں وہ تعداد میں نسبتۃً کہیں زیادہ ہیں اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کے باوجود نکاح کی ناکامی کی مثالوں سے۔ علاوہ ازیں یہ بھی نہ بھولنا چاہئے کہ پہلی دو صورتوں میں جو خرابی پیدا ہوئی ہے اس کا ذمہ دار خود طریق معاشرت ہے اور اس کے برعکس دوسری صورت میں فساد کا باعث طبیعت اور مزاج ہے نہ کہ معاشرت اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ جیسے کسی نوجوان کے بگاڑ کا ایک سبب تو یہ ہو سکتا ہے کہ اس نے جہاں تعلیم پائی ہے اس کا نظام ہی سرتاسر گمراہ کن اور مخرب اخلاق تھا۔ اور اس کے علاوہ اس کا ایک باعث یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تعلیم اور اس کا نظام تھے تو دونوں بہت اچھے اور صحت بخش، لیکن بدقسمتی سے نوجوان طالب علم کی فطرت میں شر تھا اس لئے انجام اچھا نہیں ہوا۔ میں دارالعلوم دیوبند اور ندوۃ العلماء لکھنؤ کے متعدد فارغ التحصیل لوگوں کو جانتا ہوں جو اپنے نام کے ساتھ "فاضل دیوبند" اور "ندوی" لکھنے کے باوجود

مذ ننگ اسلام ہے ایسوں کا مسلمان ہونا" کا مصداق تھے۔ بہرحال تجربہ شاہد ہے کہ نکاح سے قبل جس طرح دونوں میں اجنبیت محضہ نکاح کے مقصد کے لئے مضر ہے جس کی طرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی مذکورۂ بالا ایک ارشاد میں اشارہ فرمایا ہے۔ ٹھیک اسی طرح بلکہ تریہ یہ ہے کہ اس سے کہیں زیادہ نقصان رساں رشتہ سے قبل دونوں میں بے تکلفی اور آزادی کے ساتھ ملنا جلنا ہے۔ اور صحیح راستہ اعتدال اور توازن کا وہی ہے جو اسلام کا بتایا ہوا ہے اور جس پر قرونِ اولیٰ کے مسلمان عامل تھے۔

انتخاب کے معاملہ میں ایک چیز جس کا لحاظ ہر مسلمان کو سب سے زیادہ کرنا چاہئے وہ دین ہے۔ اس کی ضرورت اس زمانہ میں خاص طور پر اسی وجہ بھی ہے کہ بہت سے اچھے سے اچھے دیندار مسلمان اپنی بیٹی کے لیے بر کی تلاش کے وقت صرف اتنا دیکھ لینا کافی سمجھتے ہیں کہ لڑکا اعلیٰ تعلیم یافتہ اور ڈاکٹر یا انجینیر وغیرہ ہے اور وہ اس کی جستجو نہیں کرتے کہ اس کے مذہبی افکار و خیالات کیا ہیں اور وہ خدا اور پیغمبر کے متعلق کیا عقیدہ رکھتا ہے، آجکل جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں میں کمیونزم اور ترقی پسندی کے جو رجحانات پائے جاتے ہیں اور اس بنا پر یہ لوگ اپنی مجلسوں میں بڑی بے تکلفی سے خدا، مذہب، قرآن یا دین کے شعائر و رسوم کے متعلق جو ملحدانہ ریمارک کرتے رہتے ہیں، ان کے پیشِ نظر میں اکثر سوچتا ہوں کہ مسلمانوں میں کتنے فی صد گھر ایسے ہونگے جہاں ازروئے احکام شرع نکاح فسخ ہوگیا لیکن اسکے باوجود دونوں میاں بیوی بنے ہوئے ہیں۔ حالانکہ شوہر کی حالت کچھ ہو بسا اوقات بیوی دیندار اور احکام مذہبی کی پابند ہوتی ہے، آجکل ہمارے سماج میں یہ ایک عام ابتلا ہے لیکن مسلمان عموماً اسی سے بے توجہی برتتے ہیں: ذرا سوچئے! اس ذرا سی غفلت اور بے توجہی کے اثرات کہاں سے کہاں تک پہونچتے ہیں۔ اس صورت میں اولاد کا حکم کیا ہوگا؟ اور جب اسی قسم کی مثالیں کثرت سے ظہور پذیر ہونے لگیں گی تو سماج کا رنگ کیا ہوگا، یہی وہ چھوٹے چھوٹے جرثومے ہوتے ہیں جو کسی سماج کے جسم میں سرایت کرکے اسی کو دق اور سل کے اندر مبتلا کر دیتے ہیں: جسم پر بظاہر بیماری کا کوئی نشان نظر نہیں آتا۔ لیکن جسم اندر ہی اندر گھلنے لگتا ہے نہ توانائی گھٹتی رہتی اور نا سیہ متادمت یا قوت، دفاع کمزور ہوتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ لاعلاج